بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

آئینہ انجمن

شوال المکرم، 1445ھ، مئی 2024ء

شمارہ نمبر: 63

021 - 34993436 - 7

www.quranacademy.edu.pk

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی، رجسٹرڈ
375 - B علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی

آئینۂ انجمن

اس شمارے میں

نمبر شمار	عنوان	صاحب تحریر	صفحہ نمبر
01	فرمان باری تعالی و فرمان نبوی ﷺ	- - - -	02
02	اداریہ، مسجد اقصی اور امت مسلمہ کی بے حسی	ڈاکٹر انوار علی ابرار	03
03	حمد باری تعالی و نعت رسول پاک ﷺ	حسن رضا/احسن مارہروی	05
04	ملفوظات صدر مؤسس انجمن خدام القرآن	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	06
05	اقتباس نگران انجمن خدام القرآن	شجاع الدین شیخ	07
06	عمل اور رد عمل	راحیل گوہر صدیقی	08
07	صبر اور شکر کی اہمیت	حافظ محمد اسد	10
08	ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ	معصوم مرادآبادی	14
09	اسلام اور مساوات	شاہنواز فاروقی	17
10	انجمن خدّام القرآن کے تحت جاری سرگرمیاں	ماہانہ رپورٹ	20
11	شعبۂ ملٹی میڈیا	ماہانہ رپورٹ	23

فرمان الٰہی جل جلالہ
و
فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (النحل: 96)

ترجمہ: "جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہو گا، اور ہم بدلہ میں دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کا حق اچھے کاموں پر جو کرتے تھے۔"

تشریح: دنیا کی راحت و کلفت دوستی دشمنی سب فنا ہونے والے ہیں اور ان کے ثمرات و نتائج جو اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہنے والے ہیں۔ مَا عِنْدَكُمْ کے لفظ سے عام طور پر ذہن صرف مال و متاع کی طرف جاتا ہے۔ استاذ محترم مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لفظ "ما" لغت کے اعتبار سے عام ہے اور عموم کے معنی مراد لینے سے کوئی امر شرعی مانع نہیں اس لیے اس میں دنیا کا مال و متاع بھی داخل ہے اور اس میں پیش آنے والے تمام حالات و معاملات، خوشی اور غم، رنج اور راحت، بیماری اور صحت، نفع اور نقصان کسی کی دوستی یا دشمنی یہ سب چیزیں شامل ہیں کہ سب کی سب فنا ہونے والی ہیں البتہ ان حالات و معاملات پر جو آثار مرتب ہونے والے ہیں اور قیامت میں ان پر عذاب و ثواب ہونے والا ہے وہ سب باقی رہنے والے ہیں فنا ہو جانے والے حالات و معاملات کی دھن میں لگا رہنا اور اپنی زندگی اور اس کی توانائی کو اسی کی فکر میں لگا کر دائمی عذاب و ثواب سے غفلت برتنا کسی ذی عقل کا کام نہیں۔

(تفسیر معارف القرآن۔۔۔ مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ)

فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قَالَ رَسُولُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: وَاللهِ مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مِثْلُ مَا يَجْعَلُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ ، فَلْيَنْظُرْ بِمَ يَرْجِعُ؟ (رواہ مسلم)

ترجمہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مثال آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے کہ تم میں سے کوئی اپنی ایک انگلی دریا میں ڈال کر نکال لے، اور پھر دیکھے کہ پانی کی کتنی مقدار اس میں لگ کر آئی ہے۔"

اللہ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور اس کی نازل کی ہوئی کتابوں نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اور آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں ان کو کامل فلاح و بہبود کے یوم تک پہنچانے کے لیے جن چند خاص نکتوں پر بہت زیادہ زور دیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان دنیا کو بالکل حقیر اور بے قیمت سمجھے، اور اس سے زیادہ جی نہ لگائے، اور اس کو اپنا مقصد و مطلوب نہ بنائے، بلکہ آخرت کو اپنی اصل منزل اور اپنا دوامی وطن یقین کرتے ہوئے اور دنیا کے مقابلہ میں اس کی جو قدر و قیمت اور جو اہمیت ہے اس کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے وہاں کی کامیابی حاصل کرنے کی فکر کو اپنی تمام دنیوی فکروں پر غالب رکھے، پس انسان کی سعادت اور آخرت میں اس کی کامیابی کے لیے گویا یہ شرط ہے کہ دنیا اس کی نظر میں حقیر اور بے قیمت ہو، اور اس کے دل کا رُخ آخرت ہی کی طرف ہو۔

(ماخوذ از معارف الحدیث۔۔ مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ)

مسجد اقصیٰ اور امت مسلمہ کی بے حسی

ڈاکٹر انوار علی ابرار

مدیر تعلیم انجمن خدام القرآن، سندھ کراچی

روئے زمین پر قائم ہونے والا اللہ کا دوسرا گھر، جس کے گرد رب نے برکتوں کا ہجوم رکھا، مسلمانوں کا سابقہ قبلہ، حرم مکہ اور حرم مدینہ کے بعد تیسرا سب سے مقدس مقام، انبیاء کی سرزمین، رسول اللہ ﷺ کے سفر معراج کی عظیم یادگار، امام المرسلین ﷺ کی مسندِ امامت، جس کو خلیفہ دوئم امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے جلال سے فتح کیا، مردِ مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایمانی جرأت کا مظہر، ہمارے دین کا فخر، وہ مقدس مسجد جو اسلام کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت رہی اور ایک روایت کے مطابق جو سرزمین بروز قیامت ارض محشر ہوگی، آج 57 اسلامی ممالک، ان کی افواج اور ان کے حکمرانوں کی بے حسی کا نشان بنی ہوئی ہے۔ جہاں پر ابدی زندگی کی طرف جاتی ہوئی پاک روحیں ڈیڑھ عرب زندہ لاشوں پر نوحہ کناں ہیں۔ ایک طرف وہ ملبہ ہے جو کسی مکان کا ہے جس میں دبے ہوئے اپنے بچوں کو ایک مظلوم باپ چیخ چیخ کر آوازیں لگا رہا ہے اس امید پر کہ شاید کوئی زندہ بچ گیا ہو اور دوسری طرف وہ ملبہ ہے جو انسانیت کا ہے جو غیرت اور حمیت کا ہے جس کے نیچے دبے ہوئے مسلمانوں اور ان کے حکمرانوں کو ان کا قبلہ اول پکار لگا رہا ہے اور ہر گزرتے وقت کے ساتھ یہ امید دم توڑ رہی ہے کہ اس ملبے کے نیچے کوئی زندہ بچ گیا ہے۔ آسمان محوِ حیرت ہے کہ تاریخ انسانی کے سب سے اعلیٰ مذہب کے ماننے والے آج انسانیت کی بدترین مثال بنے ہوئے ہیں۔ اپنے بھائیوں پر ہونے والے ظلم و ستم اور وحشت و بربریت کو کھلی آنکھوں سے دیکھ کر بھی ان کی غیرت و حمیت کو جوش نہیں آتا بلکہ سب اپنی زندگیوں کے جھمیلوں میں گم ہیں۔ جب کسی قوم کی بربادی کا وقت آتا ہے تو اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ اس کے لوگ بے حس ہوجاتے ہیں۔ آج مسلم امت کی بے حسی مستقبل کے بڑے عذاب کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ یہ امت واقعتاً امت بن جائے۔ کاش کہ آج خلافت ہوتی، کاش کہ آج دین قائم ہوتا، کاش کہ آج قرآن کے ماننے والوں نے اس کا دیا ہوا نظام نافذ کیا ہوتا تو کم از کم یہ دن نا دیکھنے پڑتے۔ ظالم کا ہاتھ روکا جاتا اپنے مظلوم بھائیوں کی مدد کی جاتی اور اللہ کے بندے اللہ کے سپاہی بن کر اللہ کے دشمنوں سے برسرِ پیکار ہوتے۔ آخری بات! محض حکمرانوں کو برا بھلا کہہ دینے اور افسوس کا اظہار کردینے سے ہماری ذمہ داری ادا نہیں ہوجاتی۔ ہم پر لازم ہے کہ اپنی ذات کے دائرے میں ہم سے جو کچھ بھی ہوسکتا ہے وہ کر گزریں۔ سوال یہ نہیں کہ میرے کرنے سے ریاست اسرائیل کا کیا بگڑے گا سوال یہ ہے کہ ہم آج کس کی طرف کھڑے ہیں۔ ہمیں سوچنا ہوگا کہ اگر ہم اپنے غم غصے جذبات اور غیرت کا اظہار بھی نہ کرسکے تو کل قیامت کے دن کس طور پر اپنے ایمان کا ثبوت دے سکیں گے۔ لہٰذا بہت زیادہ دعاؤں کا اہتمام تو ضروری ہے ہی جس میں اپنے مظلوم مسلمان بھائیوں کے لیے رحمت کے ساتھ ساتھ اپنی بے بسی پر مغفرت بھی طلب کی جائے مزید یہ کہ آواز بلند کی جائے، جو بول سکتا ہے بولے، جو لکھ سکتا ہے لکھے۔

عوام میں آگاہی کی تحریک اس لیے بھی ضروری ہے کہ حکومتوں پر دباؤ بڑھے اور وہ کوئی اقدام کرنے پر مجبور ہوں۔ آج اگر حکمران لاتعلق ہیں تو اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ اکثریتی عوام بے پرواہ ہے اور محض زبانی کلامی افسوس پر ہی اکتفا کر رہی ہے۔ بائیکاٹ کریں ہر اس پروڈکٹ کا جس کی کمپنیاں کسی بھی طور اسرائیلی اور صیہونی سہولت کار ہیں۔ پلٹیں اللہ کی طرف، اللہ کی مسجدوں کی طرف، اللہ کے ذکر کی طرف، رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کی طرف، یہ وہ میزائیل ہیں جو دشمنوں کی نیندیں اڑادیں گے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مملکت خداداد کو اسلام کا قلعہ بنانے کی جدوجہد میں شامل ہوجائیں۔ اسلامی ایٹمی پاکستان ہی ریاست اسرائیل نام کے ناجائز اور غلیظ وجود کا توڑ اور اس بیماری کا علاج ہے۔ اللہ ہم کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حکمت و دانش

تہذیبوں کا سفر

حقیقی علم کے حصول کا ذریعہ کثرتِ معلومات اور کثرتِ کلیات نہیں بلکہ تزکیۂ نفس ہے، کیوں کہ روح کے اندر تمام حقائق حیات مضمر ہیں، حرص و ہوا و ہوس کی وجہ سے اور اغراض کی کج بینی کے باعث آئینہ دل زنگ آلود ہوجاتا ہے اور حقیقت اس میں منعکس نہیں ہوتی۔ اِس لیے حقیقت تک پہنچنے کا مرحلۂ اول تزکیۂ نفس ہے، جو شخص صحیح علم حاصل کرنا چاہتا ہے، اسے لازم ہے کہ وہ اخلاق میں پاکیزگی اور اعمال میں بے لوثی اور بے غرضی پیدا کرے، دنیاوی کاروبار اور مظاہر فطرت کے ظاہری روابط کا علم جسے سائنس کہتے ہیں وہ تزکیۂ نفس کے بغیر بھی ہوسکتا ہے لیکن صوفیہ کے نزدیک اس کو علم نہیں کہتے۔ علم وہ ہے جس سے انسان کو اپنی حقیقت معلوم ہو۔ ذرات کا علم، ستاروں کی گردش کا علم، نباتات کا علم، حشرات الارض کا علم، برق اور بھاپ کا علم، معرفتِ ذات اور مقصودِ حیات کے علم کے مقابلے میں محض بچوں کا کھیل ہے۔ اگرچہ وہ حیاتِ جسمانی میں اپنی افادیت رکھتا ہے، اصل علم نبی اور ولی کا ہوتا ہے۔ جسمانی طبیب کا وظائف بدنی کا علم بڑے بڑے روحانی شخص سے زیادہ ہوسکتا ہے، ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھجوروں کی کاشت کا علم ایک معمولی عرب کو رسول کریم ﷺ سے زیادہ تھا۔ لیکن نبی کا علم زندگی کی بنیادی حقیقتوں کے متعلق ہوتا ہے۔ سقراط جیسے حکیم نے بھی کہا کہ ریاضیات اور طبیعات کا علم بہت ثانوی چیز ہے۔ اصل معرفت وہ ہے جو انسان کو اپنی ماہیت کے متعلق ہو کہ میں کیا ہوں؟ میرا مقصد حیات کیا ہے؟ میرا وظیفۂ زندگی کیا ہونا چاہیے؟ حقیقت ازلی سے میرا کس قسم کا تعلق ہے؟

(حکمت رومی از خلیفہ عبدالحکیم)

حمدِ باری تعالیٰ جل جلالہٗ
و
نعتِ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

فکر اسفل ہے مری، مرتبہ اعلیٰ ہے تیرا
وصف کیا خاک لکھے، خاک کا پتلا تیرا

طُور پر ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوہ زیبا تیرا

ہر جگہ ذکر ہے اے واحد و یکتا تیرا
کون سی بزم میں روشن نہیں اکاّ تیرا

خیرہ کرتا ہے نگاہوں کو اُجالا تیرا
کیجیے کون سی آنکھوں سے نظارہ تیرا

کیا خبر کہ علی العرش کے معنی کیا ہیں؟
کہ ہے عاشق کی طرح عرش بھی جویا تیرا

اتنی نسبت بھی مجھے دونوں جہاں میں بس ہے
تو مرا مالکِ مولا ہے میں بندہ تیرا

مولانا حسن رضا خان

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہر اک ذرہ چمک اٹھا ہے ماہتابِ ضیا بن کر
فضا کو جگمگایا آپ نے شمس الضحیٰ بن کر

مرے سرکار آئے دردِ عصیاں کی دوا بن کر
سکونِ قلب مضطر غم زدوں کا آسرا بن کر

تم ہی نے زندگی نو عطا فرمائی ہے آقا
کہ آئے مردہ دل کے واسطے آبِ بقا بن کر

خلیلُ اللہ ہے کوئی کلیمُ اللہ ہے کوئی
مگر آقا مرے آئے محبوبِ خدا بن کر

سمجھ سے ماورِ ہستی کو احسن کوئی کیا سمجھے
کہ دنیا میں مرے سرکار آئے جانے کیا بن کر

احسن مارہروی

ملفوظاتِ صدرِ مؤسّسِ انجمن خُدّامُ القرآن، کراچی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

قرآن کا فلسفۂ مساواتِ مرد و زن

قرآن نے یہ کہا تھا کہ پیدائشی طور پر تمام انسان مساوی ہیں۔ پیدائشی طور پر کوئی گھٹیا یا اعلیٰ نہیں۔ ہاں، بعد میں ایک شخص علم زیادہ حاصل کر لیتا ہے، ایک شخص متقی زیادہ بن جاتا ہے، یہ اکتسابی (acquired) چیزیں ہیں۔ پیدائشی طور پر مرد اور عورت بھی برابر ہیں۔ ایک ہی باپ کے نطفے سے بیٹی بھی ہے بیٹا بھی، اور ایک ہی ماں کے رحم میں پرورش پائی ہے بیٹے نے بھی اور بیٹی نے بھی۔ اس حیثیت میں بیٹا افضل نہیں ہے۔ مرد کی قوامیت گھر کے انتظامی معاملات کے اندر اور خاندان کی سربراہی کے حوالے سے ہے۔ یہود نے انہیں مانا اور معاشرتی سطح پر مرد اور عورت کو برابر ٹھہرایا۔ یہ مساوات کا وہ غلط تصور تھا جس نے خاندانی نظام کو تہ و بالا کر دیا۔ ڈارون نے انسان کی حیثیت یہ معین کی کہ انسان بھی نرا حیوان ہے۔ چمپینزی اور انسان میں کیا فرق ہے؟ بس یہی جو گدھے اور گھوڑے میں ہے۔ ایک refined animal ہے، ایک ذرا coarse ہے۔ تو پھر یہ شرم و حیا، عصمت و عفت تم کہاں سے لے آئے ہو؟ انسان حیوانوں کی طرح جیسے چاہے اپنی تسکین کرے۔ پیاس لگے تو جہاں سے چاہو پانی پی لو۔ خواہ مخواہ یہ بندھن بنا دیے گئے ہیں۔ اور عورت کو تابع کر دیا گیا ہے۔ یہ تو مساواتِ مرد و زن کے نظریے کے خلاف ہے۔ انہیں گھروں سے نکالو اور بازاروں، مارکیٹوں اور سیاست کے اندر لاؤ۔ اس طرح ان تینوں چیزوں یعنی شوہر اور بیوی کی حیثیت سے مساوات، طلاق کا مساوی حق اور وراثت میں برابری کا معاملہ، اس نے وہاں کے خاندانی نظام کا بیڑا غرق کر دیا۔ (روشن خیالی کی حقیقت اور پس منظر)

اقتباس نگرانِ انجمن خُدّام القُرآن، کراچی

شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ

قیامت میں ظالموں و سرکشوں کا انجام

اس دنیا میں کئی لوگ ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے عوام کو اپنے آگے سجدہ کرائے اور خود خدائی کے دعوے کیے، جیسے فرعون اور نمرود تھے۔ اللہ نے انہیں دنیا میں بھی ذلیل کیا اور آخرت میں بھی ان کا انجام جہنم کی گہرائیوں میں ہوگا۔ اسی دنیا میں کتنے ہی انبیا کو شہید کیا گیا، کتنے ہی اللہ کے نیک بندے ہیں جن کی زندگی اجیرن بنا دی گئی لیکن آخرت میں ان کا مقام بہت بلند ہوگا۔ بعض اوقات دنیا میں بھی اس کی جھلک ہمیں مل جاتی ہے۔ جیسے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ایک غلام تھے، جب اسلام لائے تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کہلائے۔ جب کہ مشرکین کے وہ سردار جنہیں اپنی سرداری، اعلیٰ نسب، مال و زر پر ناز تھا، وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا مذاق اڑایا کرتے تھے، وہ دنیا میں ذلیل و رسوا ہوئے۔ اس دنیا میں امتحان کے لیے کچھ اختیار مل گیا ہے۔ حد یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت عطا ہوئی تو وہ بھی فرمارہے ہیں (لِيَبْلُوَنِي) میرا اللہ امتحان لے رہا ہے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری کرتا ہوں۔ آج ہماری دنیا میں کتنے ظالم، جابر، متکبر، دولت مند ہیں جو سرکشی میں مبتلا ہیں۔ جنھوں نے لوگوں کی زندگیاں اجیرن کر رکھی ہیں لیکن کل قیامت کی گھڑی اُن کو پست کر دے گی۔ ان کے مقابلے میں کتنے لوگ ہیں جو محض اس وجہ سے ظلم و ستم کا نشانہ بنے، دبائے گئے، قتل کیے گئے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ سے ڈرتے ہیں۔ لیکن جب قیامت ہوگی تو وہ ایسے اللہ کے نیک بندوں کو بلند کردے گی جب کہ جو سرکش اور ظالم ہوں گے وہ اُس دن سرنگوں ہوں گے۔

(خطاب جمعہ، دسمبر 2021ء، جامع مسجد شادمان ٹاؤن، کراچی)

عمل اور ردعمل

راحیل گوہر صدیقی

معاون شعبہ تصنیف و تالیف، قرآن اکیڈمی یاسین آباد

اس کائنات میں کسی بھی عمل یا حرکت کا اچانک یا اتفاقاً وقوع نہیں ہوتا۔ حادثات، سانحات، وبائیں، زلزلے، طوفان، جنگ کی تباہ کاریاں اور فتح و شکست، سب کچھ اللہ کے پاس ایک کتاب یعنی لوحِ محفوظ میں ابتدائے آفرینش سے ہی لکھا ہوا ہے اور ان سب کی عملی تشکیل اس دنیا میں ہوتی ہے۔ جس میں کچھ کا اظہار قدرتِ خداوندی کے تحت ہوتا ہے جو تکوینی حکمتوں کا لازمی تقاضا ہے۔ جب کہ اکثر دنیوی معاملات میں بنی نوع انساں کے اپنے کرتوت شامل ہوتے ہیں، جیسے وہ قدرت کی طرف سے دی ہوئی اختیار و آزادی کے بل بوتے پر کرتا ہے۔ ازروئے قرآن حکیم: كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ○ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ○(سورۃ العلق: 7 - 6)

"حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے، کیوں کہ اُس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔"

اس حقیقت سے سب واقف ہیں کہ ہر اچھے برے عمل کا ردّ عمل ضرور ہوتا ہے، آپ گیند کو جتنی طاقت کے ساتھ دیوار پر ماریں گے وہ اتنی ہی طاقت کے ساتھ آپ کی طرف واپس آئے گی۔ یہ عمل کا ردّ عمل ہوتا ہے۔ انگلی آگ میں ڈالیں تو آگ اسے جلا دے گی، آپ اس پر کتنا ہی افسوس و ندامت کا اظہار کریں یہ بغیر علاج کے صحیح نہیں ہو سکتی۔ کسی کثیر المنزلہ عمارت سے چھلانگ لگا دیں، زیادہ امکان اس کا ہے کہ آپ زندہ نہیں بچیں گے اور اگر کرشمۂ خداوندی سے بچ بھی گئے تو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل بھی نہیں رہیں گے، یہ آپ کے برے عمل کا رد عمل ہے۔ اگر آپ چاہیں کہ کسی بلندی سے چھلانگ لگا دیں اور محفوظ رہیں، دہکتی ہوئے آگ میں جا گھسیں اور وہ آپ کے لیے ٹھنڈی اور سلامتی والی بن جائے تو یہ آپ کے دماغ کا خلل تو ہو سکتا ہے، عقل مندی کی علامت نہیں۔

یہ کائنات طبعی اصولوں (physical laws) پر چل رہی ہے۔ اس لیے جب بھی ان اصولوں اور ضابطوں کو توڑا جائے گا تو نتیجہ ہلاکت و بربادی ہی نکلے گا۔ چنانچہ انسان کے مادی وسائل کے حصول میں جب بھی کوئی رکاوٹیں، مسائل، مقتدر طبقات کے طرف سے ظلم و زیادتی سامنے آتی ہے، اس میں یقیناً ان لوگوں کا بھی بڑا کردار ہوتا ہے جو اس ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں کیونکہ ہر عمل کا ردّ عمل فطرت کا تقاضا ہے۔

ظلم سہنے سے بھی ظالم کی مدد ہوتی ہے
کچھ نہ کہنے بھی چھن جاتا ہے اعزازِ سخن

اگر ظالم، بے حس اور جوہرِ انسانیت سے عاری کوئی حکمراں کسی قوم پر مسلط ہے تو یہ ردّ عمل ہے قوم کے اپنے برے کرتوتوں اور اپنے مفادات کی خاطر اپنے لبوں پر خاموشی کی مہر لگا لینے کا۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ○(سورۃ الشوریٰ: 30)

"اور تمہیں جو کوئی بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کیے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے اور وہ تو بہت سے کاموں سے درگزر ہی کرتا ہے۔"

سورۂ روم میں فرمایا: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○(سورۃ الروم: 41)

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ اُن کے بعض اعمال کا مزہ چکھائے عجب نہیں کہ وہ باز آجائیں۔"

ہم جو فیصلے کرتے ہیں اس کے اچھے یا برے نتائج ہمارے ساتھ پوری قوم کو بھگتنے پڑتے ہیں، ملک کا نظم و نسق چلانے کے لیے عقل و شعور کو اپنے فکر و

عمل میں لائے بغیر مفاد پرست لوگوں کی طرف سے آنکھیں بند کرکے دھوکے بازوں کا انتخاب کرلینا اپنے آپ کو جیتے جی مار دینے کے مترادف ہے۔ جس کا ردعمل جبر و ظلم، لوٹ مار، قتل و غارت اور سسک سسک کر جینے کی شکل میں سامنے آتا ہے۔ حکمران ایک دوسرے پر بہتان طرازیاں کرکے اپنی ذمہ داریاں دوسروں پر ڈال کر ملک کی کوئی خدمت نہیں کرتے بلکہ حکمرانوں کا یہ طرز عمل نہ صرف ملک کی ترقی اور خوش حالی کے راستے میں رکاوٹیں ڈالتا ہے بلکہ وطن کی بربادی کی الٹی گنتی شروع ہوجاتی ہے اور آج ہم سب ایسے ہی گرداب میں پھنس چکے ہیں اور دور دور تک بہتری کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی، سوائے بے حس اور شرم وحیا سے عاری اور بے ضمیر حکمرانوں کے بے سروپا باتوں اور جاگتی آنکھوں سنہرے خواب دکھانے کے۔

ہمارے ملک میں اس وقت مہنگائی آسمانوں کو چھو رہی ہے۔ ہر شخص پریشان ہے، عزت دار آدمی کے لیے دو وقت کی روٹی کھانا دوبھر ہوگیا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو کالے دھن کو سفید اور سفید کو کالا بنانے کے ماہر ہیں۔ ان کے عیش و عشرت میں کوئی ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوئی ہے اور اس حقیقت سے بھی ہر باشعور شہری واقف ہے کہ ہمارا ملک مافیاز کے چنگل میں پوری طرح جکڑا ہوا ہے اور حکومت اس کے سامنے بے دست وپا ہوچکی ہے۔ کیونکہ ان کے تو اپنے اندر بہت جھول ہیں۔ انہیں اپنی فائلیں کھلنے کا خوف لاحق رہتا ہے، زبانیں کھولیں تو کیوں کر؟ اس حمام میں تو سب ننگے ہیں۔ ایسا کیوں ہورہا ہے؟ اس کی بنیادی وجہ وہی عمل کا ردّ عمل ہے۔ ہم بھلا بیٹھے ہیں کہ ہم نے اپنے ربّ سے ایک وعدہ کیا تھا کہ ہمیں ایک الگ خطہ زمین عطا فرمادے جہاں ہم قرآن و سنت کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں گے، تیرے دین کو اس زمین پر نافذ کریں گے۔ ہم باطل قوتوں سے آزاد ہو کر سکون و راحت سے تیرے اُس مقصد کو پورا کریں گے جس مقصد کے تحت تو نے ہمیں اس دنیا میں بھیجا ہے۔ اس سے قبل جہاں ہماری بودباش تھی وہاں سیاسی، معاشی اور سماجی ہر لحاظ سے فکر و تردد اور دو قوموں کے دباؤ کی وجہ سے ہمیں اپنی شناخت کو بچانا بھی دشوار تھا۔ ہم نے اپنے رب کے سامنے دستِ سوال دراز کیا اس کے سامنے اپنا دامنِ آرزو پھیلایا، رب نے ہمیں مایوس نہیں کیا اور ہمارے دل کی مراد بر آئی۔ بلاشبہ ہمیں اس راہ میں جان و مال اور عزتوں کی قربانیاں دینا پڑیں۔ یہ فطرت کا تقاضا ہے کہ کچھ پانے کے لیے کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔ کامیابی ناکامیوں کی کوکھ سے جنم لیتی ہے، بازی جیتنے کے لیے کبھی ہارنا بھی پڑجاتا ہے۔ لیکن جذبہ اگر صادق ہو تو کامیابی تمام ناکامیوں پر پانی پھیر دیتی ہے اور فتح کا پرچم لہرا کر ہی رہتا ہے، یہ صداقت اور دیانت داری کا ردّ عمل ہے۔

لیکن کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ ہم نے اپنی بداعمالیوں، سیاہ کرتوتوں، مفاد، لالچ، بے غیرتی اور ضمیر فروشی کا مظاہرہ شروع کردیا۔ جن سے آزادی حاصل کی تھی انہیں کے آگے جا کر سجدہ ریز ہوگئے، اپنی خودی، اپنی غیرت، مسجودِ ملائک ہونے کی عظمت سب کو مٹی میں ملادیا۔ محض اس لیے کہ ہمارا اپنا گھر دنیا کی تمام آسائشوں سے مالامال رہے، غیرت، عزت، ضمیر اور جوہرِ انسانیت سب کتابی باتیں ہیں جو عملی زندگی میں کام نہیں آتیں، عقل مند وہی ہے جو بہتی گنگا میں ہاتھ دھولے، جو ڈر گیا وہ مرگیا، یہ ہے آج کی مادہ پرستانہ زندگی کا فلسفہ!

ہم ناشکرے بھی ہیں اور احسان فراموش بھی، ہم بھانڈوں، مسخروں، اداکاروں اور اداکاراؤں کو انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ پیوندِ خاک کرتے ہیں، ان کے مذموم کارناموں پر ٹی وی پر گھنٹوں پروگرام کرتے ہیں مگر جس نے ملک و قوم کو عزت و وقار سے نوازا، دنیاوی اعتبار سے قوت و عظمت عطا کی، دشمنوں کے حوصلے پست کیے، اسے یوں خاموشی سے سپردِ خاک کردیتے ہیں گویا وہ کوئی بے نام اور بے حیثیت انسان ہو۔ حکمراں ٹولے میں سے کسی کو اور نہ کسی سیاست داں کو ہی یہ توفیق ہوئی کہ اس مجاہدِ اعظم کے لیے اس کے پسماندگان سے ہمدردی کے دو بول ہی بول دیتے، تف ہے ایسے بے ضمیر لوگوں پر، اب ایسے افسوس ناک اور شرم و غیرت سے عاری طرزِ عمل کا ردّ عمل اسی تباہی اور بربادی کی صورت میں سامنے آنا ناگزیر ہے جس میں ہمارا یہ ملک اور ہم سب اس وقت مبتلا ہیں۔

وطن کی فکر کر ناداں! مصیبت آنے والی ہے تیری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

صبر اور شکر کی اہمیت

حافظ محمد اسد

استاذ قرآن اکیڈمی یاسین آباد

دین اسلام کو سمجھنے کے لیے دو چیزوں کی اہمیت کو پیش نظر رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ ہر شخص ان کیفیات سے گزرتا ہے۔ یا تو وہ کسی بات پر صبر کر رہا ہوگا یا شکر، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ دنیا آزمائش کے لیے بنائی ہے اور دنیا عارضی ٹھکانا ہے یہاں کی تکلیف بھی ہمیشہ کے لیے نہیں ہے اور راحت بھی ہمیشہ کے لیے نہیں، لہٰذا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ان گنت نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں اس پر ہر وقت شکر ادا کرتے رہنا ہی بندگی رب کا اصل تقاضا ہے، اس پر عمل کرنا کیسے ممکن ہے؟ اور یہ کیسے ہوگا؟

صبر اور شکر احادیث کے تناظر میں :

صبر اور شکر کی مطلوبہ کیفیت کا حاصل ہو جانا اسی وقت ممکن ہے جب بندہ مومن دنیاوی اعتبار سے اپنے سے کم درجے کے شخص کو دیکھے تب اس کے دل میں نعمتوں کی قدر پیدا ہوگی اور شکر کا جذبہ بیدار رہے گا لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا اور اپنے سے بڑے درجے اور زیادہ مال رکھنے والے شخص کو ہی دیکھتا رہا تو ناشکری اور تقدیر پر شکوہ جیسے مہلک امراض پیدا ہوں گے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا :

وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: انْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدَرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمْ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ واللفظ لمسلم، رقم الحديث: 7430)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس شخص کی طرف دیکھو جو تم سے نیچے ہے اور اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو تم سے اوپر ہے، یہ زیادہ لائق ہے کہ تم اللہ کی اس نعمت کو حقیر نہ جانو جو تم پر ہے۔"

اپنے سے نیچے سے مراد وہ ہے جو دنیاوی نعمتوں میں اس سے کمتر ہو۔ اگر وہ تندرست ہے تو بیماری میں مبتلا لوگوں کی طرف دیکھے اس سے اسے اللہ کی عطا کردہ صحت پر شکر کی نعمت حاصل ہوگی۔ اگر بیمار ہے تو انہیں دیکھے جو اس سے بھی زیادہ بیمار ہیں بلکہ ان کے اعضا ہی نہیں ہیں، وہ اندھے بہرے، لنگڑے یا کوڑھی ہیں۔ اس سے اسے اپنی عافیت کی قدر معلوم ہوگی۔ اگر تنگ دست ہے تو انہیں دیکھے جو اس سے بھی بڑھ کر فقیر ہیں جنہیں محتاجی نے معاشرے میں بے توقیر کر دیا ہے، یا وہ قرض کے ذلت آمیز بوجھ تلے دبے ہوئے ہیں۔ غرض دنیا کی کسی آزمائش میں مبتلا ہوا سے اپنے سے بڑھ کر مصیبت میں مبتلا لوگ ہزاروں کی تعداد میں مل جائیں گے ان کے حال پر غور کرے گا تو اسے شکر، صبر اور قناعت کی نعمت حاصل ہوگی۔

یاد رکھنا چاہیے کے آخرت کی راہ کے طالب کو سخت آزمایا جاتا ہے بلکہ جو جتنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے قریب ہوگا اتنا آزمائش میں مبتلا کیا جائے گا خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے۔

عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَيُّ النَّاسِ أَشَدُّ بَلَاءً ؟ قَالَ: الأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الأَمْثَلُ فَالأَمْثَلُ، فَيُبْتَلَى الرَّجُلُ

عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَإِنْ كَانَ دِينُهُ صُلْبًا اشْتَدَّ بَلَاؤُهُ ، وَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ رِقَّةٌ ابْتُلِيَ عَلَى حَسَبِ دِينِهِ ، فَمَا يَبْرَحُ الْبَلَاءُ بِالْعَبْدِ حَتَّى يَتْرُكَهُ يَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ مَا عَلَيْهِ خَطِيئَةٌ.(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2398)

"حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول! لوگوں میں سب سے سخت آزمائش کس کی ہوتی ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا : انبیاءِ کرام کی، پھر درجہ بدرجہ جو اُن سے زیادہ قریب ہوتا ہے ، چنانچہ آدمی کو اپنی دینی حالت کے مطابق آزمایا جاتا ہے ، سو اگر اس کا ایمان مضبوط ہو تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے ، اور اگر اس کے دین میں کمزوری ہو تو اپنی دینی حالت کے بقدر آزمایا جاتا ہے ، بہر حال آزمائش بندہ مومن کے ساتھ لگی رہتی ہے یہاں تک کہ اسے اس حال میں پہنچا دیتی ہے کہ وہ زمین پر چلتا ہے اور اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا ۔ "

اس روایت پر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آزمائش کا آنا بھی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے کہ یہ گناہوں کو مٹاتی ہے اور اجر کا مستحق بنا دیتی ہے اور اگر تکالیف پر صبر نہیں کر سکا تو تکلیف تو دور ہو جائے گی لیکن اجر سے محروم کر دیا جائے گا اور آخرت میں جواب دہی بھی کرنا ہوگی ۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے ۔

وَ لَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوْعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَ الْاَنْفُسِ وَ الثَّمَرٰتِ ؕ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ (سورۃ البقرۃ: 155)

"اور دیکھو! ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور (کبھی) خوف سے اور (کبھی) بھوک سے (کبھی) مال و جان اور پھلوں کی کمی کر کے اور جو لوگ (ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں ان کو خوش خبری سنا دو۔ "

مفسرین فرماتے ہیں : یاد رہے کہ زندگی میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اپنے بندوں کو کبھی مرض سے ، کبھی جان و مال کی کمی سے ، کبھی دشمن کے ڈر خوف سے ، کبھی کسی نقصان سے ، کبھی آفات و بلیّات سے اور کبھی نت نئے فتنوں سے آزماتا ہے اور راہِ دین اور تبلیغ دین تو خصوصاً وہ راستہ ہے جس میں قدم قدم پر آزمائشیں ہیں، اسی سے فرمانبردار و نافرمان، محبت میں سچے اور محبت کے صرف دعوے کرنے والوں کے درمیان فرق ہوتا ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام پر اکثر قوم کا ایمان نہ لانا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا آگ میں ڈالا جانا، فرزند کو قربان کرنا، حضرت ایوب علیہ السلام کو بیماری میں مبتلا کیا جانا ، ان کی اولاد اور اموال کو ختم کر دیا جانا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصر سے مدین کی طرف ہجرت کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ستایا جانا اور انبیاء کرام علیہم السلام کا شہید کیا جانا یہ سب آزمائشوں اور صبر ہی کی مثالیں ہیں اور ان مقدس ہستیوں کی آزمائشیں اور صبر ہر مسلمان کے لیے ایک نمونے کی حیثیت رکھتی ہیں لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اسے جب بھی کوئی مصیبت آئے اور وہ کسی تکلیف یا اَذِیَّت میں مبتلا ہو تو صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کرے ۔ بقول شاعر :

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرفِ آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم، تو کیسا؟

علماء کرام نے عجیب نکتہ بیان کیا ہے، فرماتے ہیں "بہت موٹی سی بات ہے جو ہر شخص جانتا ہے کہ کوئی کتنا ہی غافل ہو مگر جب (اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ کسی مصیبت اور) مرض میں مبتلا ہوتا ہے تو کس قدر خدا کو یاد کرتا اور توبہ و استغفار کرتا ہے اور یہ تو بڑے رتبہ والوں کی شان ہے کہ وہ تکلیف کا بھی اسی طرح استقبال کرتے ہیں جیسے راحت کا، مگر ہم جیسے کم سے کم اتنا تو کریں کہ جب کوئی مصیبت یا تکلیف آئے تو صبر و استقلال سے کام لیں اور جزع فزع (یعنی رونا پیٹنا) کر کے آتے ہوئے ثواب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ اتنا تو ہر شخص جانتا ہے کہ بے صبری کرنے سے یا

شور مچانے سے آئی ہوئی مصیبت ٹل تو نہیں سکتی پھر اس بڑے ثواب (جو احادیث میں بیان کیا گیا ہے) سے محرومی دوہری مصیبت ہے۔"

تکالیف پر صبر کیسے کیا جائے؟

اب سوال یہ ہے کہ تکالیف پر صبر کیسے کیا جائے، بظاہر یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ ڈاکٹر صاحب کے پاس جاتے ہیں اور بعض مرتبہ وہ کوئی پھوڑا ہٹانے کے لیے چیرہ لگاتا ہے یا دانت نکالنے میں شدید تکلیف پہنچاتا ہے۔ لیکن آپ نہ صرف اس کو برداشت کرتے ہیں بلکہ اس کو تکلیف پہنچانے کی خاطر خواہ فیس بھی بخوشی ادا کرتے ہیں کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ یہ تکلیف پہنچانا دراصل میری راحت کے لیے ہے اس لیے برداشت کرنا ہے۔ بس ہمارے پیارے رب تعالیٰ نے بھی ہمارے علاج کے لیے کچھ مصائب اور پریشانیاں رکھیں ہیں جو اصل میں ہماری آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی راحت کا سامان ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں بیان ہوا۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ: يَوَدُّ أَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِينَ يُعْطَى أَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ أَنَّ جُلُودَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيضِ.(سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2402)

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کے دن ایسے لوگوں کو ثواب دیا جائے گا جن کی دنیا میں آزمائش ہوئی تھی تو اہل عافیت خواہش کریں گے کاش دنیا میں ان کی کھالیں قینچیوں سے کتری جاتیں۔"

ان بشارات کی روشنی میں ہمیں سمجھنا ہوگا کہ یہ آزمائشیں دراصل ہمارے لیے ایک نعمت ہیں جو ہمارے تزکیے کا سامان بھی ہیں اور اس کے ذریعے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور جانے انجانے میں ہونے والے گناہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔ یہ بات ہمیشہ مستحضر رہے کہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ جنت اور جہنم دونوں کے خالق ہیں۔ جنت ہمیشہ ہمیشہ کی راحت ہے جبکہ جہنم میں ہمیشہ کا عذاب، لیکن اس دنیا میں کوئی شخص نہ ہمیشہ راحت میں رہتا ہے نہ تکلیف میں بلکہ ان دونوں کیفیات کا آنا جانا ہی دنیاوی زندگی کا حسن ہے ورنہ راحت ہی راحت انسان کو فرعون اور نمرود بنا دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کے وہ خدا کا بندہ بننے کے بجائے بندوں کا خدا بن جاتا ہے۔

صبر کا وسیع تر مفہوم:

ہمارے معاشرے میں "مصیبت کے وقت" میں "واویلا یا رونا پیٹنا نہ کرنا" یہی صبر ہے پھر اس کو بھی منفی معنیٰ میں لیا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ اب تو سب کچھ کر لیا اب صبر ہی کرنا پڑے گا۔ گویا معاذ اللہ صبر کسی بری شے کا نام ہے جبکہ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کلام مبارک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔

وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ○(سورة حمٓ السجده : 35)

"اور یہ بات صرف انہی کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں اور یہ بات اسی کو عطا ہوتی ہے جو بڑے نصیب والا ہو۔"

مفسرین اس آیت مبارکہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ (برائیوں کو بھلائیوں سے ٹال دینے جیسی عظیم خصلت کی دولت) اُن لوگوں کو ہی ملتی ہے جو تکلیفوں اور مصیبتوں وغیرہ پر صبر کرتے ہیں اور یہ دولت بڑے نصیب والے کو ملتی ہے۔

پھر سمجھنا چاہیے کے صبر صرف مصائب اور پریشانیوں پر ہی نہیں ہوتا۔ صبر گناہوں سے بچنا بھی ہے اور طاقت کے باوجود نافرمانی نہ کرنا بھی، اسی طرح اطاعت و فرمانبرداری کرنے میں پیش آمدہ مشکلات پر صبر کرنا، کسی کی ناپسندیدہ بات کو برداشت کرنا، زوجین کا ایک دوسرے کی غلطیوں سے درگزر کرنا، بڑوں کی سخت بات کا نرمی سے جواب دینا، چھوٹوں کے بے جا سوالات کا شفقت اور پیار سے جواب دینا، یہ سب صبر

کے مراحل ہیں۔ البتہ یہ بات یاد رہے کہ کسی مصیبت اور غم میں آنسو کا جاری ہوجانا صبر کے منافی نہیں بلکہ یہ انسان کی فطرت ہے لیکن حد سے زیادہ شور شرابہ کرنا اور گریبان چاک کرنا یا قسمت کو لعن طعن کرنا یہ ناجائز ہے اور یہ بھی یاد رہے کے مصیبت پر صبر کرنے کا اصل وقت ابتدائی مرحلہ میں ہی ہوتا ہے ورنہ وقت گزرنے پر تو ہر شخص کو صبر آہی جاتا ہے۔

غیظ و غضب کے حالات میں صبر کرنا:

بلاشبہ غیظ و غضب کے حالات میں صبر کرنا اور سب و شتم کرنے والے کے جواب میں خاموش رہنا بڑا مشکل کام ہے اور انسان کے اخلاق و رواداری کا اصل امتحان اسی موقع پر ہوتا ہے۔ خاص طور پر اُس وقت جب سامنے والا بندہ آپ سے کمزور ہو یا آپ کا ماتحت ہو۔ اسی وجہ سے ایسے موقع پر صبر کرنے والے کی فضیلت خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہے:

مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلَى إِنْفَاذِهِ مَلَأَهُ اللَّهُ أَمْنًا وَإِيمَانًا.(مسند الشهاب القضاعي، رقم الحديث: 437)

"جس شخص نے غصہ ضبط کرلیا حالانکہ وہ اس کے اظہار پر قادر تھا، اللہ تعالیٰ اس کو سکون اور ایمان سے بھر دے گا۔"

دراصل غصہ وہ کیفیت ہے کہ اس میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انسان وہ کچھ کر بیٹھتا ہے کہ جس پر بعد میں پشیمانی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اکثر مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تلقین فرمائی غصہ مت کرو اور یہ بھی کہ اگر غصہ آئے تو کھڑا ہوا شخص فوراً بیٹھ جائے اور بیٹھا ہوا شخص لیٹ جائے۔ ایک اچھا مسلمان تو وہ ہے جو لوگوں کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر سے کام لے اور ایسے موقع پر صبر و تحمل کا مظاہرہ کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو عنداللہ اجر کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ ہمیں معلوم ہوا کہ صبر اور شکر انسانی زندگی کی وہ کیفیات ہیں جن سے کوئی شخص مستغنی نہیں رہ سکتا البتہ آخرت کی راہ کا مسافر ان دونوں کے مفہوم کو سمجھ کر اپنی زندگی گزارتا ہے اور تقرب الی اللہ کا مستحق قرار پاتا ہے کیونکہ جو دل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت سے لبریز ہو اور جس دل میں عشق رسول ﷺ کا جذبہ بیدار ہو وہ دنیا کی تکالیف اور پریشانیوں سے گھبراتا نہیں ہے بلکہ مصائب اور آزمائش اُسے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے مزید قریب کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

مذکورہ بحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صبر صرف پریشانیوں اور مشکلات کو برداشت کرنا نہیں ہے بلکہ حق پر ثابت قدم رہنا اور ناموافق حالات میں بھی استقامت اور جرأت کے ساتھ جمے رہنا، دین اسلام کی سربلندی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت میں اپنا تن من دھن لگا دینا ہے۔ خاص کر اِس پُرفتن دور میں جہاں دن بہ دن حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے ہیں اور حلال رزق کا حصول مشکل ہوگیا ہے۔ اور اپنا ایمان محفوظ رکھنا گویا کہ انگارے سے کھیلنا بن گیا ہے۔ جہاں نفسی نفسی کا یہ عالم ہے کہ ظلم کے خلاف آوازیں اٹھنا اب بند ہوتی جارہی ہیں۔ جہاں عدالتوں میں عدل وانصاف کا جنازہ نکل گیا ہے۔ جہاں برائی کو اب برائی نہیں سمجھا جاتا بلکہ برے لوگوں کو اب مسلمان اپنا پیشوا کہتے ہیں۔ ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے صبر اور شکر کے وہ مراحل طے کرنے ہوں گے جس کا طریقہ رسالت مآب ﷺ 1400 سال پہلے اس امت کو بتا کر گئے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صابر اور شاکر بندوں میں شامل فرمائیں اور ہر حال میں شکر کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یارب العالمین۔

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

معصوم مرادآبادی

سینئر اردو صحافی، ادیب وایڈیٹر اخبار "خبردار"، انڈیا

آج قرآن کریم کے بے مثال مفسر ومدرس ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا یوم پیدائش ہے۔ وہ 26 اپریل 1932 کو صوبہ ہریانہ کے ضلع حصار میں پیدا ہوئے تھے۔ قرآن کریم، ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زندگی اور افکار وعزائم کا سب سے بڑا محور تھا۔ انہوں نے تمام زندگی قرآنی تعلیمات کو عام کرنے اور خدا کے کلام کا فیض اس کے بندوں تک پہنچانے میں بسر کی۔ ان کا انتقال 14 اپریل 2010 کو لاہور میں ہوا۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ میں نے 14 اپریل کی صبح جب اپنے ایک دوست اعزاز حسن کو فون کرکے یہ کہنا چاہا کہ مجھے اپنے ایک غیر مسلم صحافی دوست کے لیے قرآن کے ہندی ترجمے کا نسخہ درکار ہے تو اعزاز حسن کی آواز رندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے رندھے ہوئے گلے سے مجھے یہ اندوہ ناک خبر سنائی کہ گذشتہ شب کے آخری پہر میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا لاہور میں انتقال ہوگیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی مقبولیت اور ہر دلعزیزی کا عالم یہ تھا کہ جوں ہی ان کے انتقال کی خبر دنیا میں عام ہوئی تو لوگ زاروقطار روتے ہوئے نظر آئے۔ ایک اطلاع کے مطابق 100 سے زیادہ ممالک میں ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ برصغیر ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے علاوہ خلیجی ممالک، یورپ اور امریکہ میں ان کے بے شمار عقیدت مند تھے۔

میرے لیے یہ خبر اس لیے زیادہ اندوہ ناک تھی کہ میں کم وبیش 25 برس سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے رابطے میں تھا۔ ان سے پہلی ملاقات دہلی میں اس وقت ہوئی جب یہاں ان کے شناساؤں کی تعداد بڑی مختصر تھی کیونکہ اس وقت تک ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور ان کی دعوتی سرگرمیوں کا تعارف ہندوستان کے مذہبی اور علمی حلقوں تک محدود تھا۔

یہ مارچ 1986 کا واقعہ ہے کہ مولانا افتخار فریدی مرحوم نے مرادآباد سے مجھے ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ یہ اطلاع دی کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ دہلی تشریف لارہے ہیں اور وہ جامع مسجد کے نزدیک "ہوٹل ڈی رومانہ" میں قیام کریں گے۔ میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے شرف نیاز حاصل کرنے ہوٹل پہنچ گیا، وہ ایک مختصر کمرے میں قیام پذیر تھے۔ مولانا افتخار فریدی سے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا پرانا تعلق تھا لہٰذا اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب نے مجھ پر خاص شفقت فرمائی۔ بعد کو جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ میں مولانا عبدالملک جامعی مدنی کا بھانجا ہوں تو وہ اور خوش ہوئے کیونکہ میرے حقیقی ماموں مولانا عبدالملک جامعی سرزمین حجاز میں تحفیظ القرآن کے مدارس کے نگراں تھے۔ یہ ادارہ انہوں نے ایک پاکستانی شہری محمد یوسف سیٹھی کے تعاون سے قائم کیا تھا کیونکہ حجاز میں حفظ قرآن کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا اور نماز تراویح میں لوگ قرآن دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔ مولانا عبدالملک اور محمد یوسف سیٹھی نے سعودی عرب کے کئی شہروں میں تحفیظ القرآن کے مدارس قائم کیے اور جب ان کا انتقال ہوا تو حجاز میں کم وبیش ایک لاکھ حفاظ موجود تھے۔ تحفیظ القرآن کے مدارس کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور مولانا عبدالملک جامعی کے تعلق کی بنیاد وہی قرآنی خدمت کا سلسلہ تھا۔

اسی سفر میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی جائے پیدائش حصار (ہریانہ) بھی تشریف لے گئے تھے۔ وہ حصار کے اس مکان میں بھی گئے جہاں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ یہ مکان اب ایک غیر مسلم کی ملکیت ہے ڈاکٹر صاحب نے حصار کی جامع مسجد کا بھی نظارہ کیا جسے اب ایک پاٹھ شالہ میں تبدیل کردیا گیا ہے اور جامع مسجد سے متصل قبرستان کو گھیر کر اس کی دیواروں پر مورتیاں نصب کردی گئی ہیں۔ تقسیم کے بعد اپنی جائے پیدائش کا یہ ان کا پہلا اور آخری سفر تھا۔

1990 میں جب مجھے پاکستان کا سفر درپیش ہوا تو میں نے اس میں سب سے پہلے لاہور کے ویزا کی درخواست دی اور مقامی پتے کے طور پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا نہایت مختصر پتہ "K – 36 ماڈل ٹاؤن، لاہور" لکھوادیا۔ اس طرح دوسری بار ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ انہوں نے بڑی محبت اور شفقت کا سلوک فرمایا اور ایک روز دوپہر کا کھانا ساتھ کھانے کی ہدایت دی۔ جب میں ڈاکٹر صاحب کے دستر خوان پر حاضر ہوا تو وہ گویا ہوئے کہ "میاں معصوم" ہم تو تمہارے برادران وطن کی طرح گھاس پھوس کھاتے ہیں۔ تمہارے لیے علاحدہ ڈش تیار ہے۔ مگر میرے اصرار پر انہوں نے وہی دال اور سبزی جو اُن کی مرغوب غذا تھی منگوائی اور اس طرح میں نے ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے ساتھ چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی زندگی میں سادگی اور انکساری بہت تھی۔ لاہور میں اگرچہ ان کی قائم کی ہوئی قرآن اکیڈمی کا وسیع وعریض کمپلیکس تھا جس میں معروف جرائد ماہنامہ "میثاق" اور "حکمت قرآن" کے دفاتر بھی تھے اور یہی تنظیم اسلامی کا دفتر بھی تھا لیکن خود ڈاکٹر صاحب کا کمرہ نہایت سادہ تھا اور وہاں جدید آسائشوں کا کوئی گذر ہی نہیں تھا۔ وہ پانی بھی صراحی یا مٹی کے گھڑے میں ٹھنڈا کر کے پیتے تھے۔

قرآن مجید کی اردو تفسیر "بیان القرآن" نے عالم اسلام میں ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو جو مقبولیت عطا کی اس کی مثال موجودہ دور میں نہیں ملتی۔ ان کی گفتگو کا جادو ایسا تھا کہ سننے والے گھنٹوں انہیں مسلسل سننے کے بعد بھی تشنگی کا احساس لے کر اٹھتے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے مقبول عام خطبات کے موضوعات کا محور و مرکز قرآن اور اس کی بیش بہا تعلیمات تھیں۔ قرآن مجید، سائنس، امت مسلمہ میں تدبر و تفکر کی ضرورت جیسے اہم موضوعات ان کے عنوانات ہوتے تھے۔ انہوں نے ایک داعی اور مفسر قرآن ہونے کے باوجود جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے اپنے پیغام کو عام کرنے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کی اور اس کے ذریعے ان کی بات کروڑوں دلوں میں اترتی چلی گئی۔ وہ اپنی عمر کے آخری دنوں میں پاکستان سے ایک مذہبی چینل شروع کرنا چاہتے تھے لیکن حکومت نے اس کی اجازت نہیں دی، جس کا انہیں بے حد قلق تھا۔ اگر حکومت پاکستان انہیں اپنا دعوتی چینل شروع کرنے کی اجازت دے دیتی تو وہ عہد حاضر کا سب سے مقبول مذہبی چینل ہوتا۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنی تحریروں اور تقریروں میں پاکستانی معاشرے اور مملکت خداداد کے تضادات کو بڑی جرأت سے بیان کرتے تھے، اسی لیے حکومت اکثر ان سے شاکی رہتی تھی۔ ایک زمانے میں انہوں نے خواتین کی بے جا آزادی کے خلاف آواز بلند کی تو بعض ترقی پسند خواتین نے ان کا گھیراؤ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ تمام تر مخالفت کے باوجود کلمہ حق ادا کرنے سے گریزاں نہیں ہوئے۔ انہوں نے مرکزی انجمن خدام القرآن کی داغ بیل ڈالی۔ تنظیم اسلامی قائم کی اور پاکستان میں تحریک خلافت کا آغاز کیا۔ ہفت روزہ "ندائے خلافت" اسی کا ترجمان تھا، جس کی ذمہ داری ان کے بھائی اقتدار احمد کے سپرد تھیں۔ بعد کو ایک مختصر علالت کے بعد اقتدار احمد صاحب کا انتقال ہوگیا تو اس کی اشاعت بند ہوگئی۔ انہوں نے اسلام، قرآن اور پاکستان جیسے موضوعات پر 60 سے زیادہ کتابیں لکھیں جس میں کم و بیش 10 کتابوں کا انگریزی ترجمہ ہوا۔ ان کے خطابات اور لیکچرز کی سی ڈیز کروڑوں کی تعداد میں فروخت

ہوئیں۔ 1978 میں پہلی بار "الکتاب" نامی پروگرام کے ذریعے پی ٹی وی پر پیش ہوئے۔ اسی طرح "الف لام میم" رسول کامل، ام الکتاب جیسے پروگراموں سے لاکھوں فرزندان توحید نے استفادہ کیا۔ پی ٹی وی پر "الہدیٰ" کے نام سے پیش ہونے والا ان کا سب سے مقبول پروگرام تھا۔ انہوں نے تحریر و تقریر دونوں کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں انقلاب کی روح پھونکی۔ ماہنامہ "یثاق" اور "حکمت قرآن" ان کے ادارے سے شائع ہونے والے 2 علمی اور دعوتی جریدے تھے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے میرے ماہانہ رابطہ کا وسیلہ ان کا رسالہ "یثاق" ہی تھا جس کی اعزازی کاپی وہ مجھے پابندی سے بھجواتے تھے۔ میں ان کے مسلسل مضامین سے، جو اکثر ان کے خطابات پر مبنی ہوتے تھے، مستفید ہوتا تھا۔ ڈاک کے نرخوں میں بے تحاشا اضافے کے سبب کئی برس سے "یثاق" سے محروم ہوگیا تھا۔

کئی برس بعد جب پی ٹی وی پر ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطابات اور تفسیر کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ بہت مقبول ہوتے چلے گئے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطابات اور تفسیر کی کیسٹس اور سی ڈیز بازار میں آئے اور وہ برصغیر کے سب سے مقبول مفسر قرآن اور خطیب بن گئے۔ ان کی گفتگو میں بڑی چاشنی تھی اور وہ جس پیرائے اور سیاق و سباق میں گفتگو کرتے تھے، وہ دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی۔ ان کے لہجہ میں بلا کی خوداعتمادی تھی۔ قرآنی علوم اور قرآن میں بیان شدہ واقعات کے جغرافیائی خطّوں کی معلومات انہیں اس حد تک یاد تھیں کہ اکثر ان کی گفتگو سن کر ان واقعات کی زندہ تعبیر مل جایا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان و بیان میں غیر معمولی تاثیر عطا کی تھی۔

نومبر 2004 میں وہ آخری بار ہندوستان کے سفر پر آئے تو میں نے ان کے گرد عقیدت مندوں کا ہجوم دیکھا۔ وہ نئی دہلی کے گرین پارک علاقے میں ٹھہرے تھے۔ میں حسب معمول ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سوچ رہا تھا کہ شاید اس ہجوم بے کراں میں ڈاکٹر صاحب مجھے پہچان نہ پائیں لیکن جیسے ہی ان کی نظر مجھ پر پڑی فوراً معانقہ کیا اور کافی دیر تک مولانا افتخار فریدی مرحوم کا تذکرہ کرتے رہے۔ لیکن اس بار ان کی صحت پہلے جیسی نہیں رہ گئی تھی۔ گھٹنوں کی تکلیف نے انہیں پریشان کر رکھا تھا۔ میری اہلیہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے خطابات اور تفسیر قرآن سے بے حد متاثر ہیں۔ ملاقات کے دوران جب میں نے اپنی اہلیہ سے فون پر ان کی گفتگو کرائی تو انہوں نے صرف ایک ہی جملہ کہا تھا اور وہ یہ کہ "بیٹی میری صحت کے لیے دعا فرمائیں۔" اس دوران دہلی میں ان کے کئی خطابات ہوئے۔ وہ جماعت اسلامی کے دفتر اوکھلا تشریف لے گئے اور مولانا اخلاق حسین قاسمی سے ملاقات کے لیے انہوں نے پرانی دہلی کے لال کنواں علاقے کا رخ کیا۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی مرحوم سے انہیں بڑا لگاؤ تھا۔ اسی لیے وہ ایک تنگ زینے کی سیڑھیوں سے چڑھ کر بمشکل تمام ان تک پہنچے۔ اس بیماری اور تکلیف کی حالت میں انہوں نے عقیدت مندوں کے اصرار پر علی گڑھ، ممبئی اور حیدرآباد کا سفر کیا جہاں ان کے نہایت کامیاب خطبات ہوئے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسی نابغہ روزگار شخصیات صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ انہوں نے سائنس کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد قرآن کو اپنے اظہار کا وسیلہ بنایا۔ ان کی خواہش یہی تھی کہ موجودہ دور میں قرآن کو سائنسی اور عصری موضوعات کے حوالے سے نئی نسل اور غیر مسلموں کے دل و دماغ میں اتارا جائے۔ انہوں نے اپنے سینے اور دماغ کی تمام طاقت اسی کوشش میں صرف کی۔ خدا ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔

اسلام اور مساوات

شاہنواز فاروقی

چیف ایڈیٹر، روزنامہ جسارت، کراچی

ہماری زندگی اگر کوئی غزل ہے تو اس کی بیشتر ردیفیں اور قافیے مغرب سے آئے ہیں۔ لیکن عام غزل کے برعکس زندگی کی غزل کی ردیفیں اور قافیے صرف الفاظ سے فراہم نہیں ہوتے۔ اس میں جذبات، خیالات، احساسات، تصورات اور تجربات کی ردیفیں اور قافیے بھی ہوتے ہیں اور ان ردیفوں اور قافیوں کے اپنے تلازمات ہوتے ہیں۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو اس امر میں حیرت کی کوئی بات نظر نہیں آتی کہ مسلم دنیا میں مغرب کے سیاسی تصورات اور خاص طور پر جمہوریت کے غلغلے کے بعد یہ خیال بہت تیزی سے عام ہوا کہ اسلام "مساوات" کا مذہب ہے۔ اس تصور کے زیر اثر ہمارے یہاں اب اسلامی مساوات اور مساوات محمدیہ جیسی اصطلاحات کثرت سے استعمال ہوتی ہیں اور جس سانس میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ اسلام میں عدل، احسان، رواداری اور اخوت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے اسی سانس میں یہ کہنا بھی ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اسلام ہمیں مساوات کا درس دیتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں صرف مغربی جمہوریت کے غلغلے کو موردالزام نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔ یہ مسئلہ اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔

یہ بات یقیناً سوفی صد درست ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے اور انسان اور زندگی کے لیے جو کچھ "بہتر" ہے وہ اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اس بات سے لوگ یہ مفہوم از خود اخذ کرلیتے ہیں کہ وہ جسے "بہتر" سمجھتے ہیں یا جو انہیں بہتر نظر آتا ہے وہ بھی یقیناً اسلام کا حصہ ہوگا۔ اس حوالے سے دیکھا جائے تو "مساوات" کا تصور انسانی ہمدردی، انسان دوستی اور اسی قسم کے بہت سے جذبات سے لبریز نظر آتا ہے۔ تمام انسان برابر ہیں اس میں ایک رومانویت بھی ہے۔ اس تصور سے بین الاقوامیت اور عالمگیریت کی بھی اچھی خاصی مقدار برآمد کی جاسکتی ہے اور کی جاتی ہے۔ اس خیال سے "عوام" کو بھی "وجد" میں لایا جاسکتا ہے۔ غرضیکہ اس تصور میں بہت کچھ مضمر "نظر آتا" ہے اور اس سے بہت سے کام لیے جاسکتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ تصور درست ہے اور یہ اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ ہم یہ تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم مغرب سے مرعوب ہیں۔ یہ مرعوبیت اتنی ہولناک ہے کہ مغرب کی پیروی ہی میں نہیں مغرب کی تنقید یہاں تک مغرب کو دیے جانے والے "کوسنوں" میں بھی صاف جھلکتی ہے۔ اس کی وجہ مغرب کا ہمہ گیر غلبہ ہے اور اس غلبے کے زیر اثر ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ مغرب سے آیا ہے درست ہوگا، مکمل درست نہیں ہوگا تو نیم درست ہوگا اور چونکہ ہم اپنے روحانی اور ذہنی افلاس کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس نیم درست چیزیں بھی نہیں ہیں اس لیے ہم مغرب کی نیم درست اشیا اور تصورات کو بھی سینے سے لگالیتے ہیں۔ ضرورت پڑتی ہے تو ذاتی تسکین کے لیے ان پر تھوڑی بہت تنقید بھی کرلیتے ہیں اور اگر گنجائش ہو تو اس پر اسلام کی مہر لگا کر اسے اپنا بنالیتے ہیں۔ مسلم دنیا میں یہ کام بڑے پیمانے پر ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ مساوات کے تصور کا مسئلہ بھی اسی "کام" ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہے۔ تو کیا اسلام میں مساوات کا کوئی تصور موجود نہیں؟

بلاشبہ دنیا کے تمام انسان ایک روح اور ایک جسم کے ساتھ پیدا ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ سب برابر ہیں۔ لیکن انسان مجرد روح اور مجرد جسم نہیں رکھتے۔ ان میں استعداد بھی ہوتی ہے اور یہ ایک عام تجربے کی بات ہے کہ اس استعداد سے سب لوگ یکساں طور پر استفادہ نہیں کرپاتے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی بعض رحمتیں ایسی ہیں جو سب کے لیے ہیں ہوا سب کے لیے چلتی ہے، سورج سب کو روشنی فراہم کرتا ہے، چاند ستارے سب کے لیے روشن ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو سب انسان برابر ہیں لیکن تجربہ شاہد ہے کہ بعض لوگوں کے لیے کائنات کے یہ مظاہر عام مظاہر ہی رہ جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے لیے یہ مظاہر اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بن جاتے ہیں۔

اسلام انسانوں کے مابین امتیازات اور عدم مساوات کو سب سے پہلے ایمان کی سطح پر ظاہر کرتا ہے۔ ایک طرف ایمان ہے اور دوسری طرف کفر ہے اور ایمان رکھنے والا اور کافر برابر نہیں۔ ایمان کے دائرے میں ایک جانب توحید ہے اور دوسری جانب شرک ہے۔ ایمان ہی کے دائرے میں کچھ لوگ وہ ہیں جن سے کہا جاتا ہے کہ اے ایمان والو! ایمان لاؤ اور کچھ لوگ وہ ہیں جن کا ایمان کامل ہوجاتا ہے۔ ایمان ہی کے دائرے میں ایک اصطلاح مسلم کی ہے اور دوسری اصطلاح مومن کی۔

اسلام ایک اور سطح پر انسانوں کے امتیازات اور ان کی عدم مساوات کو نمایاں کرتا ہے۔ قرآن میں سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے وہ برابر ہیں؟ پھر ان لوگوں کا تذکرہ ہے جو تدبر کرتے ہیں اور تفکر کرتے ہیں۔ دوسری جانب وہ لوگ ہیں جو غور نہیں کرتے۔ تدبر اور تفکر سے کام نہیں لیتے۔ علم ہی کے دائرے میں ایک اصطلاح صوفیا اور علما نے علم الیقین کی استعمال کی ہے۔ دوسری اصطلاح عین الیقین کی ہے اور ایک اصطلاح حق الیقین کی ہے۔ کیا یہ برابر اور مساوی اصطلاحیں ہیں؟

مساوات کی بات ہوتی ہے تو نبی اکرم ﷺ کے آخری خطبے کا ذکر ضرور ہوتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ انسانوں کے مابین مساوات کی اولین اور عظیم ترین دستاویز ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فوقیت نہیں۔ بے شک حضور پاک ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں رنگ و نسل اور زبان اور علاقے کی بنیاد پر بروئے کار آنے والی عصبیتوں کی جڑ کاٹ دی اور اس لیے کاٹ دی کہ یہ جڑ تھی ہی غلط۔ لیکن رسول پاک ﷺ نے صرف اتنا ہی تو نہیں کہا۔ آپ ﷺ نے اس سے زیادہ اہم بات بھی ارشاد فرمادی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ انسانوں کے مابین فرق و امتیاز کا معیار صرف ایک ہوگا، تقویٰ۔ بدقسمتی سے فی زمانہ متقی ایک ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو روزہ نماز پابندی سے ادا کرلیتا ہو اور عام زندگی میں مذہبی احکامات کا خیال رکھتا ہو، لیکن تقوے کے مفہوم کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس سے کوئی چیز بھی باہر نہیں رہتی۔ اس میں اسلام بھی ہے، ایمان بھی اور احسان بھی۔ اس میں علم بھی ہے اور حقیقی فکر بھی۔ لیکن تقوے کے بھی درجے ہیں اور کہا گیا ہے کہ جو جتنا متقی ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو عزیز ہوگا۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبے میں انسانوں کے مابین جھوٹے امتیازات کی جڑ کاٹ کر انہیں امتیاز کی حقیقی بنیاد فراہم کی۔ اب اس بنیاد پر اگر کوئی یہ کہے کہ اسلام مساوات کا درس دیتا ہے تو وہ نہایت محدود مفہوم میں درست اور وسیع مفہوم میں نہایت غلط بات کرتا ہے۔

اسلام کے حوالے سے دیکھا جائے تو عدم مساوات کا یہ تصور زندگی کے دوسرے دائروں میں بھی کارفرما ہے۔ مثلاً نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میرا زمانہ سب سے بہتر ہے اور اس کے بعد وہ زمانہ جو میرے بعد آئے گا اور پھر اس کے بعد کا زمانہ۔ یہ زمانے اور تاریخ کا دائرہ ہے۔ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے ، یہ وسیع تر مفہوم میں سماجی زندگی کا دائرہ ہے ، غرضیکہ ایسی ہزاوں مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ تقوے سے برآمد ہونے والا فضیلت وامتیاز اورعدم مساوات کا اصول زندگی کے ایک ایک پہلو پر منطبق ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صورت حال سے درجہ بندی کا ایک نظام ازخودوجود میں آجاتا ہے اور دیکھا جائے تو یہ نظام صرف انسانوں اوران کی زندگیوں میں ہی نہیں پوری کائنات میں موجود ہے ، کائنات میں سات آسمان موجود ہیں اورواقعہ معراج کی تفصیلات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی پہلے آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی اور باقی آسمانوں پر کون کون سے انبیا اوررسول آپ ﷺ سے ملے ۔ کیا اس بات کا بھی کوئی مفہوم نہیں کہ جنت اوردوزخ کے سات سات درجے ہیں اورجنت کا ایک درجہ وہ ہے جو صرف رسول ﷺ کے لیے ہے۔

ان حقائق کی اہمیت یہ ہے کہ ان کے ادراک بغیر اس روحانی، نفسیاتی اور سماجی آلودگی سے نہیں بچا سکتا جو مساوات کے مروجہ تصور کے ذریعہ پھیل رہی ہے اورجوانسانوں کے مابین قربت کے بجائے فاصلے اور محبت کے بجائے نفرت اورحقارت پیدا کررہی ہے ،جس کے خلاف شعور پیدا کرنے کے لیے کوئی این جی او کارآمد نہیں رہی۔

یہ کیا ہو رہا ہے

قوم کی قوم ہی آسودۂ غفلت ہے ابھی
کیا کسی اور تباہی کی ضرورت ہے ابھی

سنگ و آہن کے بھی سینوں میں شرر جاگ اٹھے
چشم انساں ہے کہ محروم بصیرت ہے ابھی

قصر و ایواں کی بہاروں کا وہی عالم ہے
جھونپڑوں کی وہی اجڑی ہوئی حالت ہے ابھی

خواہ دفتر کے ہوں ایوان کہ تصوف گاہیں
وہی حلوے، وہی مانڈے، وہی رشوت ہے ابھی

یہ بھی اک مصلحت وقت کا ہے لطف و کرم
شیخ کے سر پہ جو دستارِ فضیلت ہے ابھی

وہی شاہانہ تجمل، وہی محلوں کا شکوہ
وہی جلوت، وہی خلوت، وہی نخوت ہے ابھی

لب پہ وہ مہر خموشی کہ الٰہی توبہ!
دل کا یہ حال کہ لبریز شکایت ہے ابھی

وہی قانون فرنگی، وہی دستور عمل
وہی خود ساختہ آئینِ سیاست ہے ابھی

ہم نے مانا کہ ہیں آزاد زمینوں کے حدود
نگہ و دل پہ تو غیروں کی حکومت ہے ابھی

آنکھ پھر منتظرِ صبح قیادت ہے ابھی
ایک فاروقؓ کی دنیا کو ضرورت ہے ابھی

ماہر القادری

ماہانہ رپورٹ برائے آئینۂ انجمن

قرآن اکیڈمی ڈیفنس

رجوع الی القرآن کورس سال اول کے اکتیسویں بیچ کا آغاز الحمدللہ 29 اپریل 2024ء بروز پیر سے ہوچکا ہے۔ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ کے تمام شعبہ جات میں دورانِ رمضان تدریس جاری رہی۔

حلقات و دوراتِ دینیہ کے تحت ماہِ اپریل 2024ء سے درج ذیل مختصر دورانیے کے آٹھ کورسز کا آغاز کیا جارہا ہے۔ جن میں منتخب نصاب (انگریزی میں)، ٹی پی آئی، حدیث: اربعین نووی، منتخب نصاب، سیرۃ النبی ﷺ، قصص الانبیاء، تجوید القرآن اور دورۂ ترجمہ قرآن شامل ہیں۔

مسجد میں ماہ اپریل کے پہلے، دوسرے اور چوتھے جمعہ میں خطاباتِ جمعہ امیر تنظیم اسلامی و نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے بیان فرمائے۔ جبکہ تیسرے جمعہ میں خطاب جمعہ کی ذمہ داری جناب محمد نعمان صاحب نے انجام دی۔ مورخہ 10 اپریل 2024ء عید کی نماز اور خطبہ کی ذمہ داری بھی امیر تنظیم اسلامی و نگرانِ انجمن جناب شجاع الدین شیخ صاحب نے انجام دی۔ دوران ماہ مسجد میں 4 نکاح کی تقریبات منعقد ہوئیں۔ ماہِ رمضان میں مسجد جامع القرآن میں جاری دورۂ ترجمہ قرآن کی تکمیل 29 رمضان المبارک بمطابق 8 اپریل 2024ء کو ہوئی جس میں مدرس کی ذمہ داری صدرِ انجمن جناب انجینئر نعمان اختر صاحب نے انجام دی جبکہ حافظ فصیح منصوری اور حافظ ریان بن نعمان اختر نے تراویح میں قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل کی۔ مسجد ھذا میں بغیر ترجمہ قرآن کے تراویح کا بھی انعقاد کیا گیا جس میں حافظ اسماعیل الیاس اور حافظ قاری عطاء الرحمن نے قرآن مجید سنانے کا شرف حاصل کیا۔

قرآن اکیڈمی یٰسین آباد

رجوع الی القرآن کورس سال اول و دوم کے داخلوں کے حوالے سے معلومات اور داخلہ فارمز فراہمی کا سلسلہ مورخہ 22 اپریل 2024 سے شروع ہوا اور 29 اپریل سے باقاعدہ نئے سیشن کا آغاز ہوا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ شعبہ حفظ کل وقتی کے تحت درجہ حفظ میں 102 اور درجہ قاعدہ میں 03 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔ ادارہ ھذا میں ہر سال کی طرح امسال بھی رمضان المبارک میں سولہ روزہ نماز تراویح کا انعقاد کیا گیا جس میں 20 حفاظ کرام نے قرآن حکیم سنانے کی سعادت حاصل کی اور الحمدللہ 10 قرآن حکیم کی تکمیل ہوئی۔ تکمیل تراویح کے پروگرام میں امیر حلقہ جناب سید سلمان صاحب، مقامی امیر جناب رضوان حفیظ صاحب، جناب عدنان لطیف صاحب، جناب آفتاب احمد صاحب، جناب احمد شاہ صاحب اور دیگر رفقاء تنظیم واحباب نے بھرپور شرکت فرما کر حفاظ کرام

اور والدین کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ شعبہ مدرسۃ البنین والبنات (سہ پہر 02:30 تا 04:30)، درجہ قاعدہ میں 145 اور درجہ ناظرہ میں 110 طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ بروز جمعہ ہفتہ وار طلبہ و طالبات کو کلمے، مسنون دعائیں اور نماز کی عملی مشق کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مغرب تا عشاء حلقہ برائے ناظرہ قرآن حکیم میں مقیم طلبہ کرام اور اہل محلہ و گردو نواح سے حضرات تشریف لاتے ہیں جن کی مجموعی تعداد 25 ہے۔

شعبہ دعوت و تبلیغ کے تحت "اہمیت و فضیلت جمعہ" اور "نوید خلافت" پر خطبات جمعہ دیے گئے۔

شعبہ تصنیف و تالیف میں ماہنامہ آئینہ انجمن اپریل کا اجراء کیا گیا۔ علاوہ ازیں منتخب نصاب حصہ دوم کے درس نمبر تین اور چار پر ایڈیٹنگ کا کام جاری ہے۔

قرآن اکیڈمی کورنگی

رجوع الی القرآن کورس سال اول 25 – 2024 میں داخلے جاری ہیں۔ نئے سیشن کا آغاز 29 اپریل 2024 بروز پیر سے ہوا۔

مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ قرآن اکیڈمی کورنگی للبنین والبنات میں تدریس کا عمل بحسن و خوبی جاری ہے۔ شعبہ بنین کے تحت درجہ حفظ میں 41 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 93 طلبہ اور شعبہ بنات میں 130 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ کے تمام شعبہ جات میں محدود نشستوں کے لیے داخلے جاری ہیں۔ شعبہ خواتین میں بڑی عمر کی خواتین کے لیے تجوید القرآن و ناظرہ کی کلاس میں تقریباً 30 خواتین زیر تعلیم ہیں۔

تنظیم اسلامی کورنگی شرقی کے تحت حلقات و دورات دینیہ میں شام کے اوقات میں 19 اپریل 2024ء بروز جمعۃ المبارک بعد نماز عشاء "Road to Jannah" کے عنوان سے ہفتہ وار کورس کا آغاز کیا گیا ہے۔ جس میں 40 حضرات اور 38 خواتین نے شرکت کی۔

دی ہوپ اسلامک اسکول

اسکول میں "عید ملن پارٹی" کا اہتمام کیا گیا۔ 18 اپریل 2024ء سے اسکول میں سالانہ امتحانات کا انعقاد کیا گیا۔

قرآن انسٹیٹیوٹ گلستان جوہر

الحمد للہ بعد نماز فجر درس حدیث کا سلسلہ جاری ہے جس کی ذمہ داری جناب ندیم گیلانی صاحب ادا کر رہے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد اصلاحی خطبات کا مطالعہ جاری ہے جس کی سعادت نائب مدیر جناب سید جمیل احمد صاحب ادا کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ دوران رمضان بعد نماز تراویح تذکیر بالقرآن کا درس جاری رہا جس کی ذمہ داری جناب عدنان اعظم صاحب ادا کر رہے تھے۔ خطاب جمعہ کی سعادت مدیر ادارہ جناب ڈاکٹر انوار علی صاحب حاصل کر رہے ہیں، جس کی ریکارڈنگ انجمن خدام القرآن کے ویب سائٹ پر اپلوڈ کرنے کا اہتمام بھی کیا گیا اور اس کی ریکارڈنگ تمام حضرات تک فراہم کرنے کے لیے واٹس ایپ کمیونٹی بنائی گئی۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ بچوں کے لیے جاری ہے جس میں بچوں کی تعداد 55 ہے۔ جیسا کہ 29 اپریل بروز پیر کو ان شاء اللہ رجوع الی القرآن برائے سال 25 – 2024 شروع ہوگا اس حوالے سے معلومات لینے اور داخلے کے خواہشمند حضرات و خواتین کی ماشاء اللہ اچھی آمدورفت ہے۔

قرآن انسٹیٹیوٹ لطیف آباد

الحمدللہ 22 اپریل سے رجوع الی القرآن کورس سالِ اول کا آغاز ہو چکا ہے، حضرات و خواتین کے داخلے جاری ہیں۔ مدرسۃ القرآن برائے قاعدہ و ناظرہ کے تحت صبح 9 تا 12 بجے اور دوپہر ظہر تا عصر بچوں کے لیے قاعدہ و ناظرہ قرآن کی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔ بروز جمعہ بعد نمازِ مغرب ادارہ ہذا میں درسِ قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

ادارہ ہذا کے شعبہ سندھی کے تحت رواں ماہ "آسان عربی گرامر (نوٹس)" کی کمپوزنگ جاری ہے۔

قرآن مرکز لانڈھی

الحمدللہ مدرسۃ القرآن للحفظ والقراءۃ للبنین والبنات میں تدریس کا عمل بحسن و خوبی جاری ہے۔ شعبہ بنین کے تحت درجہ حفظ میں 56 جبکہ درجہ قاعدہ و ناظرہ میں 55 طلبہ اور شعبہ بنات میں 52 طالبات زیر تعلیم ہیں۔ مدرسہ البنین میں تذکیر کے حوالے سے استقبال رمضان کے موضوع پر تربیتی لیکچر منعقد ہوا جس میں تدریس کی ذمہ داری مسئول مدرسہ حافظ محمد لقمان صاحب نے ادا کی۔ مدرسہ البنین میں بزم طلبا کا انعقاد کیا گیا جس میں طلبہ نے قرأۃ، حمد و نعت میں حصہ لیا۔

دعوت و تبلیغ کے تحت نماز تراویح کے ساتھ دورہ ترجمہ قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ مقامی امیر و ناظم مرکز محمد ہاشم صاحب نے مدرس کی ذمہ داری جب کہ شعبہ حفظ کے استاذ و مسئول اور معتمد مقامی تنظیم حافظ محمد لقمان صاحب نے تراویح میں قرآن سنانے کی ذمہ داری ادا کی۔

مرکز میں طلبہ کی تراویح کا اس سال بھی اہتمام کیا گیا جس میں 06 طلبہ نے قرآن سنانے کا اہتمام کیا۔ مدرسہ کے فارغ التحصیل (سابق) 40 طلبہ نے 12 مختلف مقامات پر نماز تراویح میں قرآن سنایا۔

شعبۂ ملٹی میڈیا

دورۂ ترجمہ قرآن (کیو ٹی وی):

نگرانِ انجمن و امیر تنظیم اسلامی گزشتہ چار سال سے رمضان المبارک میں کیوٹی وی کے اسٹوڈیو میں دورہ ترجمہ قرآن کی سعادت حاصل کر رہے تھے، جو کہ براہ راست نشر کیا جارہا تھا۔ جبکہ اس دورہ کو نشر کرنے کے لیے شعبہ ملٹی میڈیا کی ٹیم بھی وہاں پر اپنی خدمات انجام دے رہی تھی، سال 2024ء کے لیے یہ ارادہ کیا گیا ہے کہ رمضان المبارک سے قبل ایک ایسا دورہ ریکارڈ کیا جائے جس کو متعدد بار اور مختلف سیٹس کے ساتھ دیگر چینلز کے لیے بھی مفید بنایا جاسکے، لہٰذا مارچ اور اپریل کے دوران اس پروجیکٹ کی ریکارڈنگ کی گئی، اس سلسلہ کے 145 پروگرام ریکارڈ کیے گئے ہیں، جو کہ رمضان المبارک میں کیوٹی وی پر صبح 6:30 تا 12:00 بجے نشر کیے گئے۔ (روزانہ پانچ سیگمنٹ)

خطباتِ جمعہ و عید (نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب):

ماہِ اپریل 2024ء میں مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں نگرانِ انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب کے درج ذیل موضوعات پر ہونے والے خطبات جمعہ و عید کی ویڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جسے مرکز تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل کے علاوہ انجمن کے آفیشل یوٹیوب چینلز پر اپلوڈ کیا گیا:

- پاکستان، فلسطین اور اسرائیل کا تعلق۔۔۔ اہلِ پاکستان کی توبہ اور کرنے کا کام
- خطابِ عید الفطر 1445ھ
- امتحانِ زندگی۔۔۔ اہلِ فلسطین اور امتِ مسلمہ
- زندگی کے نشیب و فراز کی حکمتیں

خطباتِ جمعہ (محترم عامر خان صاحب):

ماہِ اپریل 2024ء میں جامع مسجد شادمان ٹاؤن میں محترم عامر خان صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- دینِ اسلام میں استقامت کی اہمیت
- اسلام کا معاشی نظام

خطباتِ جمعہ (محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب):

ماہِ اپریل 2024ء میں مسجد جامع القرآن، قرآن انسٹیٹیوٹ، گلستانِ جوہر میں محترم ڈاکٹر انوار علی صاحب کے درج ذیل موضوع پر ہونے والے خطباتِ جمعہ کی آڈیو ریکارڈنگ کی گئیں جنہیں انجمن کی ویب سائٹ پر اپلوڈ کیا گیا:

- الوداع رمضان
- مسجد اقصیٰ اور صیہونیت (حصہ اول)

ریڈیو پاکستان:

ماہِ اپریل 2024ء میں نگرانِ انجمن کے دو مختصر دروس ریڈیو پاکستان کو ارسال کیے گئے۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (عامر پیلس):

رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی شمالی کے تحت فائیو اسٹار چورنگی پر امیر تنظیم اسلامی و نگران انجمن محترم شجاع الدین شیخ صاحب دورہ ترجمہ قرآن بیان کرنے کی سعادت حاصل کی، اس کی ویڈیو ریکارڈنگ، اور سوشل میڈیا پر لائیو اسٹریمنگ کے ساتھ ساتھ ایس ایم ڈی پروجیکشن کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام کو ویب سائٹ، دورہ ترجمہ قرآن ایپلیکیشن، انجمن کے ذیلی اداروں کے فیس بک پیجز، تنظیم اسلامی کے یوٹیوب چینل اور فیس بک پیج پر بھی نشر کیا گیا۔ اس کے علاوہ دیگر یوٹیوب چینلز، شجاع الدین شیخ اور ضیاء ریکارڈز پر بھی نشر کیا گیا۔

دورۂ ترجمۂ قرآن (قرآن اکیڈمی ڈیفنس):

رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی حلقہ کراچی جنوبی کے تحت قرآن اکیڈمی ڈیفنس میں صدرِ انجمن محترم انجینئر نعمان اختر صاحب دورۂ ترجمہ قرآن بیان کرنے کی سعادت حاصل کی، اس کی ویڈیو ریکارڈنگ، اور سوشل میڈیا پر لائیو اسٹریمنگ کا اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام کو ویب سائٹ، دورہ ترجمہ قرآن ایپلیکیشن، انجمن کے مرکزی آفیشل یوٹیوب چینل اور فیس بک پیج پر نشر کیا گیا۔ اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی ڈیفنس کے فیس بک پیج پر بھی نشر کیا گیا۔

رجوع الی القرآن کورس:

تقریبِ تقسیم اسناد میں ایس ایم ڈی پروجیکشن، ریکارڈنگ اور سوشل میڈیا پر لائیو اسٹریمنگ کا اہتمام کیا گیا، اس کے علاوہ سوشل میڈیا پر مارکیٹنگ کے لیے کیمپنگ کا بھی اہتمام کیا گیا۔

امیر سے ملاقات:

پروگرام امیر سے ملاقات کی Virtual ریکارڈنگ کی گئی اور اس کی فوٹیج مرکزی انجمن لاہور کو ارسال کر دی گئی۔

انجمن خدّام القرآن اغراض و مقاصد

انجمن خدّام القرآن
سندھ، کراچی، رجسٹرڈ

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے قیام کا مقصد منبع ایمان اور سرچشمۂ یقین قرآن حکیم کے علم و حکمت کی وسیع پیمانے اور اعلیٰ علمی سطح پر تشہیر و اشاعت ہے۔ تاکہ اُمت مسلمہ کے فہیم عناصر میں تجدید ایمان کی ایک عمومی تحریک برپا ہوجائے اور اس طرح اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور غلبۂ دینِ حق کے دورِ ثانی کی راہ ہموار ہوسکے۔

انجمن خدّام القرآن سندھ، کراچی کے اغراض و مقاصد:

- عربی زبان کی تعلیم و ترویج۔
- قرآن مجید کے مطالعے کی عام ترغیب و تشویق۔
- علومِ قرآنی کی عمومی نشر و اشاعت۔
- ایسے نوجوانوں کی مناسب تعلیم و تربیت جو تعلّم و تعلیم قرآن کو اپنا مقصدِ زندگی بنالیں، اور
- ایک ایسی قرآن اکیڈمی کا قیام جو قرآنِ حکیم کے فلسفہ و حکمت کو وقت کی اعلیٰ ترین علمی سطح پر پیش کرسکے۔

☆☆☆

مرکزی دفتر انجمن خدّام القرآن B – 375، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال، کراچی۔ فون نمبر 7 – 34993436 – 021